لطائف ادبیہ

پکارِ عمل

از مولانا محمد حسین صاحب محوی صدیقی لکچرار مدراس یونیورسٹی

سونیوالے اُٹھ کہ ساقی کی صلائے عام ہے
جو یہاں ہشیار ہے وہ مستحقِ جام ہے

کیا اسی بیچارگی کا زندگانی نام ہے
یہ تو اے بیمارِ غفلت موت کا پیغام ہے

میکدہ دنیا، زمانہ ساقیِ گلفام ہے
حیف اُس پر تشنہ لب جو رندِ مے آشام ہے

ہر گرہ دشواریوں کی کھول دی ہے سعی نے
سُست کوشی جس نے کی وہ خوار ہے ناکام ہے

آج تجھ پر ہے خیالِ عیش و راحت بھی حرام
"ہوشیار اے مردِ ہندی کام کا ہنگام ہے"

کھول آنکھیں تو لے دل کے نہ ہونے دے خروش
اس جہاں میں عیش و راحت اک خیالِ خام ہے

مردِ میدانِ عمل بن، زندہ رکھ اُمید کو
کامیابی کا یہی ہر جا اصولِ عام ہے

مشکلیں کتنی ہی پیش آئیں نہ ہمت ہارنا
محنتوں کے بعد ہی کچھ لذتِ آلام ہے

وقت کا کیا منتظر ہے وقت ہی تیرا غلام
کیوں زباں پر شکوۂ بے مہریِ ایام ہے

ہے جو فطرت تیری عالی ہے اگر ہمت بلند
تیرے ہی دن رات ہیں تیری ہی صبح و شام ہے

اپنے دل میں گرمیِ ذوقِ عمل پیدا تو کر
بزمِ عالم پھر تری ہی تابعِ احکام ہے

آہ وہ عابد اُداسی جس پہ ہو چھائی ہوئی
مرحبا وہ رند جس سے گرم بزمِ جام ہے

اپنا دل ہو اور ہجومِ یاس و حرماں کا شکار
ہم مسلماں ہیں یہ ہم پر ناروا الزام ہے

ہے حریمِ دوست کی راز آشنا اپنی نگاہ
ہم سمجھتے ہیں جو چشمِ ناز کا پیغام ہے

ہر مصیبت میں یہ دل بڑھتا ہے راہِ شوق میں
پست فطرت وہ ہیں جن کو شکوۂ آلام ہے

اے زہے طالع کہ کام آجائیں راہِ ذوق میں
موت سے گھبرائیں تو سمجھو تمنا خام ہے

مرحبا وہ موت جو بخشے حیاتِ جاوداں
حیف ہے اُس زندگی پر جو فنا انجام ہے

غیر کے دستِ ستم سے غیر ممکن ہے نجات
یہ عقیدہ جس کا ہے وہ بندۂ اوہام ہے

ہے سکونِ ہر دو عالم اس کے قدموں پر نثار
کچھ تڑپنے کا مزہ بھی ہے تو زیرِ دام ہے

زندگی کی جان ہیں دل کی یہی بیتابیاں
ہے یہی وہ راز جس سے عاشقوں کا نام ہے

ہم جو یوں محکوم ہیں کمزور ہیں مجبور ہیں
آج ہم پر ہر طرف سے یورشِ آلام ہے

صفحۂ تاریخ پر تاباں تھا جس کا نیک نام
آج وہ ہر قوم میں ہر ملک میں بدنام ہے

میں بتاؤں راز اس کا آ تجھے اے چارہ ساز
لذتِ خوابِ تغافل کا یہی انجام ہے

صبر و شکر آئینِ مسلم عزم و ہمت فرضِ زیست
جانتے ہیں ہم کہ یہ اسلام کا پیغام ہے

ہم اُلٹ دیں گے زمانے کا ورق گھبرائیں کیوں
چند روزہ یہ ہجومِ صدمہ و آلام ہے

زندگی کی کشمکش ہی میں ہے بس راہِ نجات
مردِ مومن کو خیالِ عیشِ رنگیں دام ہے

اب بھی محوِ ہی دل نہ گرمائیں تو پھر کس کا قصور
اپنی جانب ہی نگاہِ شاہدِ ایام ہے